قرۃ النواظر فی تحقیق مسئلۃ الحاضر و ناظر

المعروف

تحقیق مسئلہ حاضر و ناظر

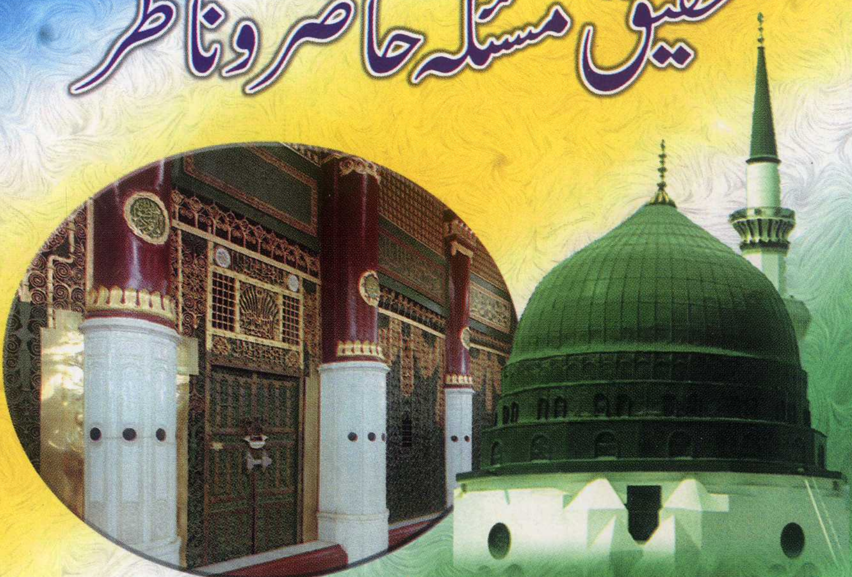

مصنف

مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، مفتی

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

باھتمام

محمد یوسف القادری الرضوی

محمد علی اویسی

ناشر

بزمِ اویسیہ رضویہ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اما بعد! مسئلہ حاضر وناظر اہلسنّت کا مشہور ہے اور حق ہے۔

یاد رہے کہ ہر دور میں ہر مسئلہ پر اختلاف ہوتے رہے لیکن ''حاضر وناظر'' وہ مسئلہ ہے کہ جس پر کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ چنانچہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدّث صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''أقرب التوسل بالتوجه إلی سید الرسل'' برحاشیہ اَخبار الاخیار ص ۱۵۰ پر فرماتے ہیں:

وبا چندین اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را اختلافے نیست کہ آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم باحقیقت بے شائبہ مجاز توہم تاویل وباقی است وبر اعمالِ اُمت حاضر وناظر است۔

یعنی، باوجودیکہ علمائے امت میں اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے اِس مسئلہ (حاضر وناظر) میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام اپنی حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال مجاز کے دائم اور باقی ہیں۔ اور اُمت کے اعمال پر حاضر اور ناظر ہیں۔

ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مستقل تصنیفیں کیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین بن ابی بکر بن محمد السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے ''تنویر الحلك فی إمكان رؤية النبی جهاراً والملك'' (ﷺ) اور ''المنجلی فی تطور الولی'' اور ''تعریف أهل

الإسلام والإيمان بأن محمداً ﷺ لا يخلو منه زمان و لا مكان" للعلامہ نورالدین الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں۔ اور پھر تصریحات کا تو شمار ہی نہیں۔ اُردو زبان میں غزالیٔ زماں سید احمد سعید شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''تفریح الخاطر'' مشہور ہے حضرت علامہ عنایت اللہ سانگلہ ہل نے بھی حاضر وناظر پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ ''جاءالحق'' اور ''مقیاس حقیقت'' میں بھی کچھ لکھا گیا ہے۔

الحمدللہ فقیر نے بھی اس پر ضخیم تصنیف لکھی ہے بنام "تفريح الخواطر في تحقيق الحاضر والناظر"۔ یہاں مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

ہمارا عقیدہ اس مسئلہ میں وہی ہے جو ہمارے اسلاف کا ہے کہ حضور پرنور سرورِ عالم ﷺ عالمِ کائنات کے ہر ہر ذرّہ میں ہر وقت حاضر وناظر ہیں۔ جس کی تقریر علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے۔

(I) مثالی صورت مختلف اشکال اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہو جائے۔

(II) طی المسافہ وطی الارض کے قبیل سے ہو کہ ہر ایک دیکھنے والا اپنے مقام سے دیکھے حالانکہ وہ ایک جگہ پر ہو یا ایں طور کہ اللہ تعالیٰ زمین کو لپیٹ کر درمیانی حجابات ہٹا دے پھر لوگوں کو گمان ہو کہ مقامات مختلف ہیں حالانکہ وہ ایک مقام ہوتا ہے۔ اسی پر بہترین تقریر ہوگی۔ اس حدیث شریف کی جبکہ شبِ معراج کے سفر کی واپسی پر حضور علیہ السلام نے بیت المقدس کے سامنے دیکھ کر قریش کو تمام حالات بتا دیئے۔

(III) اصلی جثہ موٹاپن اختیار کرے۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو محیط ہو جائے جیسے ملک الموت اور منکر ونکیر کے متعلق علماء کرام تقریر کرتے ہیں کہ ملک الموت ایک ہی

آن میں اہلِ مشرق ومغرب کی ارواح قبض کر لیتے ہیں اور منکر نکیر ایک ہی وقت میں بے شمار اہلِ قبور سے سوال کرتے ہیں۔ یہ تقریر پچھلی دونوں تقریروں سے اعلیٰ ہے۔ کذا فی "الحاوی للفتاویٰ" للسیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ.

(IV) یہ تقریر علامہ موصوف نے ولی اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے کے لئے بیان فرمائی ہے اور پھر اس پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل قائم فرمائے۔ چنانچہ اس موضوع کا ایک مستقل رسالہ تیار ہو گیا۔ جس کا نام "المنجلی فی تطور الولی" ہے۔ فقیر نے اس کا اُردو ترجمہ کر کے اس کا نام "ولی اللہ کی پرواز" پھر مستقل تصنیف لکھی بنام "الانجلاء فی تطور الاولیاء" مطبوعہ ہے عام ملتی ہے۔

آسان طریقہ سے:

حضور سرورِ عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ حاضر ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہے کہ جس طرح روح اپنے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روحِ سرورِ دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذراتِ عالم کے ہر ذرّہ میں جاری و ساری ہے۔ جس کی بنا پر حضور ﷺ بھی انہیں اپنی نظر عنایت سے مسرور و محفوظ فرماتے ہیں (جیسا کہ بعض حکایات عبارات فقیر نے حیٰوۃ الانبیاء بیہقی کی شرح عربی میں درج کئے ہیں) اور یہ بھی سید عالم ﷺ کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق ومغرب شمال وجنوب تحت وفوق تمام جہات وامکنہ متعدد لاتعداد ولاتحصٰی میں سرکار اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہِ کرم کی رحمت وبرکت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ۔ ہمارے اس اصول سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیو بندی، عوام کو قسم قسم کے خدشات میں مبتلا کرتے ہیں۔ مثلاً عوام کو کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو پھر مدینہ خالی ہوگا۔ معراج کو گئے تو مکہ خالی رہا۔ جنگوں پر گئے تو پیچھے مکہ و مدینہ خالی تھا وغیرہ۔ انہیں خبط ہے اور حقیقت سے بے خبری ہے۔ نیز کہا کرتے ہیں کہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی رُو سے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل وحرکت کرنا وغیرہ سب باطل ٹھہرتا ہے۔ اور جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ مکرّمہ سے مدینہ تک۔ نیز معراج مکّہ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہٰی تک اسی طرح جنگِ بدر۔ خیبر۔ تبوک۔ حُنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا نیز حج اور عمرہ وغیرہ کرنا بلکہ گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا کیا مطلب۔ اور جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے یکے بعد دیگرے سب آسمانوں سے ایک ہی رات میں بجسدِ عنصری اور بحالتِ بیداری سیر کرنے اور معراج کا کیا معنٰے۔ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کے بموجب نہ تو آپ مہاجر ہو سکتے ہیں اور نہ صاحبِ معراج۔

<u>اِزالۂ وہم:</u>

مخالفین کی تقریر مذکور مسلکِ اہلسنّت کو نافہمی کی وجہ سے ہے یا دھوکہ اور مکر وفریب ہے۔ ورنہ ہم نے جو عقیدہ اوپر عرض کیا اس پر غور کرنے سے کسی قسم کا

اعتراض نہیں ہوسکتا ہم نے کہا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا جسم اطہر ہر جگہ حاضر نہیں بلکہ آپ کے انوار وتجلیات کی جلوہ گری ہے اور مخالفین دھوکہ دے کر جسمانیت سے حاضر وناظر کا بہتان تراشتے ہیں اور سرکار ابد قرار ﷺ کے انوار وتجلیات کا ہر جگہ موجود ہونا ایسے ہے جیسے سورج اپنے مرکز میں۔ اور عالمِ دنیا کے ذرہ ذرہ میں اس کے انوار موجود ہیں۔

ہم اسی مسئلہ کو قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [البقرة:۲/۱۴۳] اور ہیں رسول ﷺ تم پر حاضر وناظر۔

اس آیت میں حاضر وناظر کا ثبوت لفظ شہید سے دیا جاتا ہے کیونکہ شہید بمعنیٰ حاضر ہے۔ اس لئے کہ اس کا ماخذ لفظ شہادت ہے اور شہادت بمعنی حاضر ہوتا ہے جو کہ غیب کی نقیض ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر شہادت بمعنی حاضر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ الأية [الأنعام:۶/۷۳] یعنی، وہی اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ اور فرماتا ہے: ﴿كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا﴾ الأية [يونس:۱۰/۶۱] یعنی، ہم تم پر حاضر تھے۔ یہاں شہود بمعنی حاضر ہے اور فرماتا ہے: ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ الأية [المطففين:۸۳/۲۱] یعنی، حاضر ہوں گے اس روز مقرب لوگ۔ اس آیت میں بھی شہید بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ﴾ الأية [البقرة:۲/۱۸۵] یعنی، تم کو ماہِ صیام حاضر ہو۔ یہاں شَهِدَ بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے: ﴿اَمْ كُنتُمْ

شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ الأیة [البقرۃ:۲/۱۳۳] یعنی، جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اے بنی اسرائیلو! تم حاضر تھے۔ دیکھو شہداء کلمہ بمعنی حاضر ہے۔ ثابت ہوا کہ آیت میں شہید بمعنی حاضر ہے۔

اور بعض لوگ شہید بمعنی گواہ کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی بمعنی حاضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ گواہ شرعاً اور عرفاً اس کو کہتے ہیں جو واقعہ پر حاضر ہو۔ اگر واقعہ پر حاضر نہ ہو اور ایسے ہی کہہ دے تو اُس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور حضور سید عالم ﷺ کی گواہی کو سُنی ہوئی گواہی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قیامت کو جب آپ گواہی دیں گے تو دیکھی ہوئی گواہی دیں گے۔ نہ کسی سے سُنی ہوئی۔ جس کے متعلق چند احادیث فقیر نے اپنی چہل حدیث در مسائل مختلف فیہا کے عشرۂ اولیٰ میں درج کی ہیں۔ میری اس تقریر کی تائید حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی قدس سرہ کی تفسیر عزیزی پارہ دوم سے بھی ہوتی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے نُورِ نبوت کی وجہ سے ہر دین دار کے دین کو جانتے ہیں۔ کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کونسا حجاب اُس کی ترقی سے مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اِخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دینا بحکم شرع اُمت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

اصل فارسی ہے۔ یہاں پر صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ اگر لفظ شہید بمعنی حاضر ہو تب بھی مدعا حاصل۔ اگر بمعنی گواہ ہو تب بھی مطلوب موجود ہے۔ اسی طرح اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾

[النساء:٤/٤١] ترجمہ: اور لے آئیں گے ہم آپ کو ان پر نگہبان بنا کر۔

اس آیت کی تقریر پہلی آیت جیسی ہوگی۔ مگر اس کے متعلق چند مفسرین معتبرین کی رائیں سُن لیجئے (تفسیر نیشاپوری) ماتحت آیت ہذا۔ لِأَنَّ رُوحَهُ عليه السلام شَاهِدٌ عَلٰى جَمِيعِ الْأَرْوَاحِ وَالْقُلُوبِ وَالنُّفُوسِ. اسی طرح تفسیر مدارک آیت ہذا کے تحت تحریر فرماتے ہیں

أَيْ شَاهِدٌ عَلٰى مَنْ آمَنَ بِالْإِيمَانِ وَعَلٰى مَنْ كَفَرَ بِالْكُفْرِ وَعَلٰى مَنْ مَاحَقَ بِالنِّفَاقِ ان ہر دو عبارات کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضور عليه السلام ہر شخص کے اجسام وارواح پر شاہد ہیں اور مومن وکافر اور منافق کے حالات کو خوب جانتے ہیں اور اُن پر حاضر ہیں۔

ان کے علاوہ متعدد آیات ہیں انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی تصنیف ''دلوں کا چین'' میں بیان کیا ہے۔

قرآن مجید کی طرح احادیثِ مبارکہ سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہے:

احادیثِ مبارکہ:

حدیث نمبر۱: بخاری ومسلم ودیگر صحاح میں بھی جس کو صاحبِ مشکوٰۃ اپنی کتاب باب اثبات القبر میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مردہ کو دفن کیا جاتا ہے اور لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ بعد ازاں دو فرشتے منکر نکیر تشریف لاتے ہیں۔ اُس سے مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ کے سوال کے بعد پوچھتے ہیں مَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ یعنی، اے بندۂ خدا تو کیا کہتا ہے اِس رجل محمد ﷺ کے

بارے میں۔ اس کے بعد مضمونِ حدیث طویل ہے۔ مقصود اتنا تھا عرض کر دیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگرچہ تمام روئے زمین میں کروڑوں لوگ مرتے ہیں تو کروڑوں جگہ ایک ہی وقت میں تمام اہلِ قبور کو زیارت ہوتی ہے۔ اور اسے ناممکن بھی نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام ہر روح کے قابض ہیں اور ان کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ الدُّنیَا بَیْنَ یَدَیِ مَلَکِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَةِ الطِّسْتِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ (شرح الصدور ص ۱۸) اس کی تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''ملک الموت اور حاضر و ناظر'' یونہی ملک الموت کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں تو حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہر قبر میں جلوہ گری ماننا شرک کیوں؟

اسی طرح منکر نکیر ہر مُلک میں ہر ایک مردہ کے ساتھ ایک ہی وقت میں کروڑہا مقامات پر حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اگر خوفِ طوالت و بیم ثقالت نہ ہوتا تو بہت سے ایسے نظائر پیش کرتا۔

حدیث نمبر۲: قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا ترجمہ: یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ کر رکھ دی۔ پس میں اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرّاتِ کائنات بھی حضورِ عالم ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔

حدیث نمبر۳: قَالَ علیہ السلام: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ (مواھب اللدنیة) ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں

دنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کو دیکھنے والا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس کی شرح میں امام زرقانی فرماتے ہیں إن الله رَفَعَ أی: أظهر و کشف فی الدنيا بحيث أحطت جميع ما فيها (شرح مواهب ص ٢٢٤)

حدیث نمبر۴: قَالَ ﷺ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. (ابو داود) جب تمہارا کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام عرض کرے۔

فائدہ:

مسجد سے صرف مسجد عرفی مراد نہیں بلکہ تمام روئے زمین مراد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اللہ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنایا (بخاری ج ۱، ص ۶۴)۔

شفاء شریف میں قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں إذا لم يكن فی البيت فقل السلام على النبی ﷺ. شفاء شریف ج ۲، ص ۱۲۔ یعنی، جب گھر میں کوئی نہ ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرو۔ اِس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ ورنہ سلام عرض کرنے کا کیا معنی۔ اسی ''شفاء شریف'' کی شرح میں مُلا علی قاری رحمہ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں لأن روحه ﷺ حاضر فی بیوت أهل الإسلام ج ۲، ص ۱۷۔ ترجمہ: یعنی سلام عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مقدس ہر اہلِ اسلام کے گھر حاضر ہے۔

اقوالِ علماء اھل سُنّت رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اقوال و افعال ہمارے

لئے باعثِ نجات ہیں اپنے ''قصیدہ النعمان'' ص ۱۴ میں حضور اکرم ﷺ کو معروضات عرض کر کے مسئلہ حاضر وناظر واضح فرماتے ہیں۔

وَإِذَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَوْلاً طَيِّباً

وَإِذَا نَظَرْتُ فَلاَ أَرٰى إِلاَّكَ

یعنی، جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۲) قال أبو الحسن الشاذلی: لو حجب علیّ النبی ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی مسلماً (شرح قصیدہ الهمزية للإمام ابن حجر)

ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ ایک آنکھ جھپکنے کی دیر مجھ سے در پردہ ہو جائیں تو میں اپنے نفس کو مسلم شمار نہیں کرتا۔

(۳) حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ''اقرب التوسل بالتوجہ الی سید الرسل'' بر حاشیہ ''اخبار الاخیاء'' ص ۱۵۰ میں فرمایا:

وبا چندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علماءِ امت است یک را خلافے نیست کہ آں حضرت ﷺ با حقیقتِ بے شائبہ مجاز تو ہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمالِ اُمت حاضر و ناظر است

یعنی، باوجودیکہ علمائے اُمت میں اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے۔ اس مسئلہ [illegible] میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور عليه السلام اپنی حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال مجاز کے دائم اور باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ کے مناقب پر مشہور کتاب ''الابریز شریف'' ص۲۴۶ میں یوں تحریر ہے:

وأكبر الأرواح قدراً وحجماً روحه ﷺ وإنها تملأ السمٰوٰت والأرضين.

یعنی، ارواح میں سب سے بڑی قدر (عظمت) والی اور سب سے زیادہ وزن دار حضور ﷺ کی روحِ اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے۔

(۵) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''جواہر البحار'' میں فرماتے ہیں: إن جسدهُ الشريف لا يخلو عنه زمان ولا مكان ولا محلّ ولا مكان ولا عرش ولا كرسي ولا قلم ولا بر ولا سهل ولا بحر ولا برزخ ولا قبر۔

یعنی، بے شک نبی کریم ﷺ کے جسم شریف سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں۔

(۶) ''مصباح الہدایۃ'' ترجمہ ''عوارف المعارف'' مصنفہٗ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ ص۱۶۵ میں ہے:

یعنی، چاہئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن طور حاضر و ناظر جانے۔

(۷) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال الغزالی سلِّم علیه وإذا دخلتَ فی المساجد فإنه ﷺ یحضر فی المساجد. امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مسجدوں کو جاؤ تو حضور ﷺ کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں۔

اس کا مکمل بیان حدیث شریف نمبر۴ میں گزر چکا ہے۔

(۸) علامہ اسماعیل حقی اپنی تفسیر ''روح البیان'' تحت آیت: ﴿اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا﴾ [الفتح:۴۸/۸] میں تحریر فرماتے ہیں: قال بعض الکِبار: إن مع کل سعید دقیقه من روح النبی ﷺ هی الرقیب العتید علیه إلخ. بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر نیک بخت کے ساتھ حضور ﷺ کی روح رہتی ہے اور رقیب وعتید سے یہی مراد ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو جن میں آتا ہے کہ گناہ کرتے وقت (زنا وغیرہ) ایمان نکل جاتا ہے تو یہاں ایمان سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی توجہ مقدس ہے۔ اب صرف دو عبارتیں وہ نقل کرتا ہوں جن پر تمہارے وہابیہ کو زیادہ اعتبار ہے۔

(۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' ص ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

إن الفضاءَ ممتلی بروحه ﷺ تمام فضاء حضور اکرم ﷺ کی روح سے بھری ہوئی ہے۔

(۱۰) بعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ ﷺ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد وممکنات پس آنخضرت ﷺ در ذوات مصلّیاں موجود حاضر است (مسک الختام، ص۴۶) یعنی، بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب نماز میں حضور ﷺ کی حقیقت کے سریان کے سبب سے ہے جو تمام موجودات کے ہر ذرّہ تمام ممکنات کے افراد میں ہے۔ پس آنخضرت ﷺ نمازیوں

کے وجود میں حاضر ہیں۔ یہ کتاب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی ہے۔ جس کو وہابی غیر مقلد اپنا بڑا امام مانتے ہیں۔ اور وہابی، دیوبندیوں کا بھی معتمد علیہ ہے۔ یہی صاحب اس مسئلہ کو سمجھا کر پھر تمام نمازیوں کو نصیحت فرماتے کہ نمازی کو چاہئے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے۔ اور اس مشہور یعنی حاضر وناظر کے مسئلہ سے غافل ہو تا کہ معرفت کے اسرار وقُرب کے اَنوار سے منور اور فائز ہو۔ شاید کہ کسی کو حاضر وناظر کے مسئلہ میں شک پڑ جائے تو اس کی دلیل میں ایک شعر بیان فرماتے ہیں۔

در رہِ عشق مرحلۂ قُرب وبعد نیست عیاں می بینمت ود عامی فرستمت

ترجمہ: عشق کے راستہ میں قرب وبُعد (دوری) کی منزل تجھ کو (اے نبی کریم ﷺ) ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ یہی عبارت اگرچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اشعۃ اللمعات'' اور ''مدارج النبوت'' شریف میں بھی لکھی مگر وہابیہ کو سمجھانے کے لئے اُن کے پیشوا کی عبارت نقل کر دی ہے۔

التحیات اور حاضر وناظر

حاضر وناظر کا مسئلہ التحیات کے پڑھنے سے بھی حل ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ نفل وسنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے اگر کوئی عمداً چھوڑ دے تو نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الخ یعنی، سلام ہوں آپ پر اے نبی (ﷺ) دیکھو اس التحیات میں صیغۂ خطاب بھی ہے اور پھر لیھا حرفِ ندائیہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف نداء کہہ رہا ہے کہ تم اپنے

نبی ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازوں کو قبول کراؤ۔ چنانچہ وہابیوں کے مولوی مذکور نے کیسی تاکید فرمائی۔ اس پر ایک بزرگ کا قول بھی سُن لیجئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب ''احیاء العلوم شریف'' جلد اوّل، باب چہارم، فصل سوم، نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں، اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیك الخ۔ بلکہ ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیۂ سلام درگاہِ رسالت میں، سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ ذیل کی چند عبارات اضافۃً سُن لیجئے۔

(ویقصد بألفاظ الشهد) معانيها مرادة له على وجه (الإنشاء) كأنه يُحَيِّ الله تعالىٰ ويسلّم على نبيه وعلى نفسه وأولياءه (لا) الإخبار عن ذلك ذكره في المجتبى وظاهره أن ضمير علينا للحاضرين لا حكاية سلام الله. (الدر المختار ج۱، ص۴۷٦)	نمازی الفاظ تشہد سے ان معانی کا ارادہ کرے جو اس کی مراد ہے اور یہ علی وجہ الانشاء ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے۔ اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔ اس کو مجتبٰی میں ذکر کیا۔ اور اُس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لئے ہے (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے) اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ولابد عن أن يقصد بألفاظ الشهد معانيها التى وضعتُ لها من عنده

كـأنه يحى اللّٰهُ تعالىٰ ويسلّم على النبى ﷺ وعـلـى نفسه وأولياء الله تعالىٰ كـذا فـى الـفتـاوى نـقلاً عـن الزاهدى۔ (الهندية، ۱/۳۷، مطبوعه: هند)

نمازی کے لئے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشا مراد لینا اور اُن کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور اپنی ذات پر و اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے۔

اسی طرح دیگر معتبر کتابوں میں یہی مضمون موجود ہے مثلاً شامی ج ۱ ص ۴۷۶ اور مراقی الفلاح ص ۱۵۵ وغیرہ وغیرہ ان عبارات سے وہابیہ کا وہ مکر و فریب بھی دفع ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے۔

مخالفین کے قلم سے

یہ مسئلہ ایسا واضح ہے کہ مخالفین سے بھی بہ موجب: الـكـذوب قـد يـصـدق باتوں باتوں سے ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ مخالفین کے اکابرین اپنے اصاغرین کو کوئی مسئلہ سمجھانے بیٹھے تو اُن سے حاضر و ناظر کا خیال دماغ سے اُتر گیا۔ جس سے وہ بے خبری میں مسئلہ حاضر و ناظر کا ثبوت دے بیٹھے۔ چنانچہ چند عبارات ان کے اکابر کی بھی سُن لیجئے:

(۱) مولوی قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند ''تحذیر الناس'' میں لکھتا ہے: النبى أولى بـالـمؤمنين من أنفسهم کو بعد لحاظ صلہ میں أنفسهم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قُرب ہے کہ اُنکی جانوں کو بھی اُن کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اَوْلیٰ بمعنی اَقْرَب ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب ''امداد السلوک'' ص ۱۰ میں لکھتا ہے:

ہم مرید بہ یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دور اَست اِما روحانیت اَو دُور نیست۔ چوں ایں امر محکم را در ہر وقت بیاد دارد و ربط قلب پیدا آمد و ہر دم مستفید بود مرید در حال واقعہ محتاجِ شیخ بود۔ شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اِلقاء خواہد کرد۔ مگر ربطِ تام شرط است و بسبب ربط قلب شیخ را لسان قلب ناطق شود بسوئے حق تعالیٰ راہ می کشاید و حق تعالیٰ او را محدث می کند

مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے مرید جہاں بھی دور یا نزدیک اگر پیر کے جسم سے دور ہے مگر پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اُس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ کی حالت میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے۔ پیر کی رُوح اللہ کے حکم سے ضرور القاء کرے گی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہوجاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھُل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اُس کو صاحبِ الہام کر دیتا ہے۔

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں (۱) پیر کا مرید کے پاس حاضر وناظر ہونا (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے (۵) پیر مرید کو القاء کرتا ہے (۶) پیر مرید کا دِل جاری کر دیتا ہے۔ جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو جو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں ﷺ اُن میں یہ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی پھیر دیا۔

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں لکھتا ہے کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں۔ دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاول پور، ۲۶ جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ

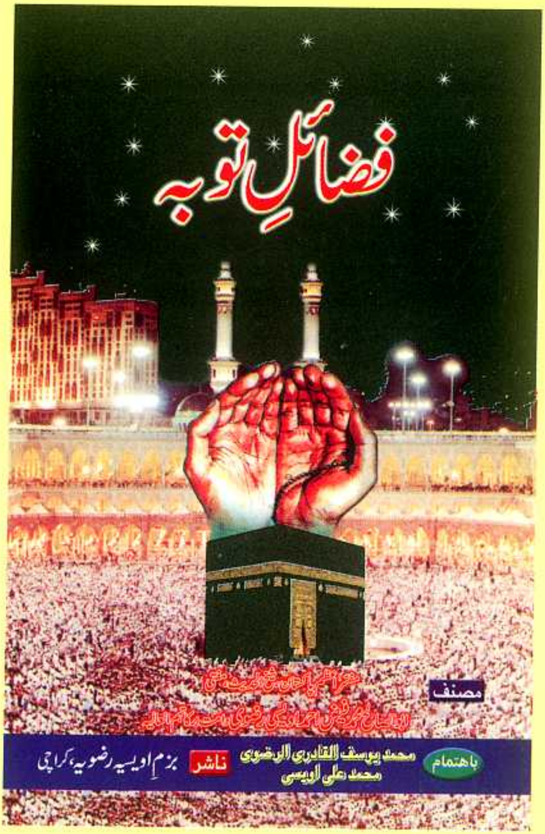
فضائلِ توبہ
مصنف
باہتمام
محمد یوسف القادری الرضوی
محمد علی اویسی
ناشر
بزمِ اویسیہ رضویہ، کراچی